© rasailojaraid.com

مولانا محمد شہاب الدین ندوی
ناظم فرقانیہ اکیڈمی وچیئرمین دارالشریعہ، بنگلور (انڈیا)

زکوٰۃ کا اجتماعی نظام اور
اس کی اہمیت اور افادیت
اسلامی شریعت کی روشنی میں ایک جائزہ
(۲)

سرکاری حق کی تصریح حدیث نبوی میں

مذکورۂ بالا قرآنی دلائل کے بعد آئیے اب احادیث و آثار کا جائزہ لے کر دیکھیں کہ اجتماعی زکوٰۃ کے بارے میں ہمیں سنت نبوی سے کیا رہنمائی ملتی ہے اور زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کا حق آیا حکومت وقت کو حاصل ہے یا نہیں ؟ تو اس سلسلے میں بخاری شریف کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو اس وقت انہیں جو مختلف ہدایات دی تھیں، ان میں سے ایک زکوٰۃ کے بارے میں اس طرح تھی کہ وہ اہل یمن کو بتائیں کہ اللہ نے ان کے مالوں میں زکوٰۃ فرض کی ہے، جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور ان کے غریبوں میں تقسیم کی جائے گی۔

إِنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ ۔ [۱]

اس حدیث میں مالوں کی نوعیت کی صراحت موجود نہیں ہے کہ یہ حکم صرف اموال ظاہرہ کے بارے میں تھا یا اموال باطنہ کے بارے میں بھی۔ مگر لفظ اموال کی عمومیت ان دونوں اقسام کی جامع نظر آتی ہے۔ اگرچہ بعض احادیث میں اس بات کی صراحت بھی موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو سونے اور چاندی کی زکوٰۃ وصول کرنے کا بھی حکم دیا تھا [۲]۔ مگر وہ دوسرے درجے کی اور ضعیف حدیثیں ہیں۔ غرض حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بخاری کی مذکورۂ بالا حدیث کی شرح میں تحریر کیا ہے کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ

---

[۱] بخاری : ۲/۱۰۸، مطبوعہ استانبول، ۱۹۷۹ء

[۲] دیکھئے سنن دارقطنی : ۲/۹۵ - ۹۶، مطبوعہ مصر۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زکوٰۃ وصول کرنا اور اسے تقسیم کرنا امام وقت کا ذمہ ہے، خواہ وہ بذات خود وصول کرے یا اپنے نائب کے ذریعہ اور جو ادا نہ کرے اُس سے زبردستی بھی وصول کر سکتا ہے۔

(تُؤخَذُ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ) استدل به على ان الامام هو الذى يتولى قبض الزكوٰة وصرفها، اما بنفسه واما بنائبه فمن امتنع منها اُخذتْ منه قهراً[1]

اس اعتبار سے یہ حدیث سورۂ توبہ کی آیت ۱۰۳ کی شرح معلوم ہوتی ہے، جس کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔ بہر حال بعض دیگر احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اموالِ باطنہ کی وصولی کے لیے بھی عُمّال مقرر کیے تھے۔ چنانچہ اسلام کے مالیاتی نظام کے سلسلے میں سب سے زیادہ مستند اور جامع تصنیف امام ابو عبیدؒ (م ۲۲۴ھ) کی "کتاب الاموال" ہے جس میں اس موضوع پر بکثرت احادیث و آثار موجود ہیں۔ لہٰذا اس موقع پر بطور نمونہ ان میں سے چند احادیث خصوصیت کے ساتھ پیش کی جاتی ہیں اور دیگر کتب حدیث کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے۔

دورِ رسالت میں عاملین کا تقرر

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں جس طرح اموال ظاہرہ (مویشی اور غلّہ جات) کی زکوٰۃ سرکاری طور پر وصول کی جاتی تھی، اسی طرح اموال باطنہ (سونے چاندی اور مال تجارت) کی زکوٰۃ بھی حکومتی سطح پر وصول کی جاتی تھی اور اس مقصد کے لیے آپ نے باقاعدہ عامل مقرر کیے تھے۔ چنانچہ اس سلسلے میں حضرت عمر بن الخطابؓ کو عامل بنائے جانے کا ایک واقعہ صحیح احادیث میں مذکور ہے، جس کے مطابق حضرت عمرؓ حضرت عباسؓ کے زکوٰۃ وصول کرنے کیلئے گئے تو انہوں نے کہا کہ میں دو سال کی زکوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیشگی دے چکا ہوں۔ اس پر جب حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مراجعت کی تو آپؐ نے فرمایا کہ میرے چچا نے سچ کہا ہے ہم نے اُن سے دو سال کی زکوٰۃ پہلے ہی وصول کر لی ہے۔

بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم عمر على الصدقة۔ فاتى العباس يسأله صدقة ماله۔ فقال قد عجلت لرسول الله صلى الله عليه وسلم صدقة سنتين۔ فرفعه عمر الى رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ فقال صدق عمى، قد تعجلنا منه صدقة سنتين[2]

---

[1] فتح الباری، ابن حجر عسقلانی: ۳/۳۶۰، مطبوعہ ریاض

[2] کتاب الأموال، ابو عبید قاسم بن سلام، ص ۵۹۹، مطبوعہ پاکستان۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ حدیث صحیح مسلم، سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی میں دوسرے طریقوں سے مذکور ہے۔ [۱] حضرت عباسؓ چونکہ تاجر تھے تو یہ مالِ تجارت کی زکوٰۃ ہوئی، جو اموالِ باطنہ میں سے ہے۔

(۲) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جب خلیفہ بنے تو آپ نے مدینہ منورہ کو ایک قاصد بھیج کر زکوٰۃ کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ کے اُن مکتوبات کی نقلیں منگوائیں جو زکوٰۃ کے بارے میں تھے۔ چنانچہ ان مکتوبات میں دیگر اشیاء کے ساتھ سونے اور چاندی کا بھی تذکرہ موجود ہے [۲]۔ اور اس حدیث کو امام ابو عبیدؒ نے دو مقامات پر درج کیا ہے۔ پہلے مقام (فقرہ نمبر ۹۲۳) میں واجب الزکوٰۃ چیزوں کی فہرست بیان کرکے اموالِ ظاہرہ کے نصاب کی تفصیل کی ہے۔ اور دوسرے مقام (فقرہ نمبر ۱۱۰۶) میں سونے اور چاندی کے نصاب کی صراحت کی ہے، جو مذکورہ بالا مکتوبات کے مطابق تھی۔ چنانچہ اس میں صراحتاً سرکاری وصولی کا تذکرہ اس طرح موجود ہے۔

ان الذهب لا يؤخذ منه شئ حتى يبلغ عشرين ديناراً فاذا بلغ عشرين ديناراً فاذا بلغ عشرين ديناراً ففيه نصف دينار والورق لا يؤخذ منه شئ حتى يبلغ مائتى درهم۔ فاذا بلغ مائتى درهم ففيها خمسة دراهم۔

یعنی سونے کی زکوٰۃ اُس وقت تک کچھ بھی نہ لی جائے گی جب تک کہ وہ بیس دینار تک نہ پہنچ جائے جب وہ بیس دینار ہو جائے تو اس میں آدھا دینار لیا جائے گا۔ اور چاندی جب تک دو سو درہم تک نہ پہنچ جائے، اس میں کچھ بھی نہ لی جائے گی۔ جب وہ دو سو درہم ہو جائے تو اس میں پانچ درہم لیے جائیں گے [۳]

اس حدیث میں لفظ "یُؤْخَذُ" صاف طور پر سرکاری وصولی پر دلالت کر رہا ہے۔ اور یہ لفظ "اخذ" سے ماخوذ ہے، جو احادیث و آثار میں زکوٰۃ کی سرکاری وصولی کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ بغرض امام طحاویؒ کی تصریح کے مطابق ان مکتوبات کو بنیاد بنا کر اُموی خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے ایک عامل ایوب بن شُرحبیل کو حکم دیا کہ وہ مسلمانوں سے ہر چالیس دینار میں ایک دینار (زکوٰۃ) وصول کریں۔ پھر فرمایا کہ میں نے یہ بات اُن لوگوں سے سُنی ہے جنہوں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

ان عمر بن عبد العزيز كتب الى أيوب بن شرحبيل أن خذ من المسلمين من كل اربعين ديناراً ديناراً ...... ثم لا تأخذ منهم شيئاً حتى رأس الحول۔ فانى

---

[۱] ملاحظہ ہو مسلم ۲/۶۷۷، ریاض، ابوداؤد ۲/۲۷۳-۲۷۵ حمص، ترمذی ۳/۶۳ بیروت۔
[۲] کتاب الاموال: ص ۳۵۹ [۳] ایضاً ص ۴۰۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سمعت ذلک ممن سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ذلک [1]

(۳) اس اعتبار سے یہ مکتوبات تاریخی دستاویزات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور اس کی تائید ابو داؤد، ترمذی اور دارقطنی کی روایات سے بھی ہوتی ہے، جن کے الفاظ صراحتاً سرکاری وصولی پر دلالت کرتے ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد عفوت عن صدقۃ الخیل والرقیق فھاتوا صدقۃ الرقۃ، من کل اربعین درھماً درھماً۔ ولیس فی تسعین ومائۃ شئی فاذا بلغت مائتین ففیھا خمسۃ دراھم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ معاف کر دی ہے مگر چاندی کی زکوٰۃ لاؤ۔ ہر چالیس درہم میں سے ایک درہم۔ لیکن ایک سو نوے (۱۹۰) درہم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ جب دو سو درہم پورے ہو جائیں تو ان میں پانچ درہم زکوٰۃ ہوگی۔ [2]

اور ایک دوسری حدیث میں ہے۔

ھاتوا ربع العشور: من کل اربعین درھماً درھماً، چالیسواں حصہ لاؤ، یعنی ہر چالیس درہم میں سے ایک درہم [3]

ایک اور حدیث میں مذکور ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یأخذ من کل عشرین دیناراً نصف دینار ومن الاربعین دیناراً دیناراً۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ ہر بیس دینار کی زکوٰۃ نصف دینار اور چالیس دینار کی زکوٰۃ ایک دینار وصول فرمایا کرتے تھے۔ [4]

(۴) امام طحاویؒ نے اس مسئلہ میں کہ زکوٰۃ امام وقت کو ادا کی جائے یا انفرادی طور پر تقسیم کی جائے؟ دو مسلکوں کا تذکرہ کرنے کے بعد بدلائل اس مسئلہ کو ترجیح دی ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنا امام کی ذمہ داری ہے اور اس سلسلے میں متعدد روایات پر بحث کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ امام وقت کو اموالِ ظاہرہ ہی کی طرح اموالِ باطنہ کی وصولی اور تقسیم کا بھی حق حاصل ہے اور یہی امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسف اور امام محمدؒ کا قول ہے۔

---

[1] شرح معانی الآثار، ابو جعفر احمد طحاوی: ۳۲/۲، مطبوعہ بیروت۔

[2] ترمذی ۱۲/۳، ابو داؤد ۲۴۲/۲ [3] ابو داؤد ۲۲۸/۲

[4] سنن دارقطنی: ۹۱/۲، مطبوعہ قاہرہ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

موصوف کی اصل عبارت یہ ہے، جو اُن کی بحث کا حاصل ہے ۔

انہم لا یختلفون أن للامام أن یبعث الی أرباب المواشی السائمة، حتی یأخذ منہم صدقة مواشیہم اذا وجبت فیہا الصدقة ۔ وکذلک یفعل فی ثمارہم ۔ ثم یضع ذلک فی مواضع الزکوات علی ما أمرہ بہ عزوجل ۔ لا یأبی ذلک أحد من المسلمین ۔ فالنظر علی ذلک أن یکون بقیة الاموال أن الذہب والفضة وأموال التجارات کذلک ...... وھذا کلہ قول ابی حنیفة وأبی یوسف ومحمد رحمہم اللہ [۱] ۔

(۵) امام ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاویٰ میں تصریح کی ہے کہ دورِ رسالت اور خلافت راشدہ میں جانوروں کی زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ نقدی کی زکوٰۃ بھی وصول کی جاتی تھی اور اس مقصد کے لیے عمال بھیجے جاتے تھے

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یبعث عمالہ علی الصدقة کل عام ۔ وعمل بذلک الخلفاء فی الماشیة والعین، لما علموہ من سنتہ ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عمال کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے ہر سال (مختلف مقامات کو) بھیجا کرتے تھے ۔ اور اس پر (آپ کے) خلفاء نے مویشی اور نقدی (کی وصولی زکوٰۃ) کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سمجھ کر عمل کیا [۲]

(۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ تجارت کی زکوٰۃ نکالنے کا بھی حکم دیا ہے ۔

فانّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یأمرنا أن نُخرج الصدقة من الذی نُعدّ للبیع [۳]

ان واضح نصوص سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوگئی کہ دورِ رسالت اور خلفائے راشدین میں ہر قسم کے اموال کی زکوٰۃ سرکاری طور پر وصول اور تقسیم کی جاتی تھی اور اس میں اموال ظاہرہ و باطنہ کی کوئی تفریق نہیں تھی ۔

حضرت عمرؓ کا طرزِ عمل : اس باب میں خلیفہ راشد حضرت عمرؓ اور دیگر خلفاء کا طرزِ عمل بھی ہمارے لیے قابلِ حجت ہے ۔ چنانچہ مذکورہ بالا سنت نبویؐ

---

[۱] شرح معانی الآثار : ۲/۳۲ ۔ ۳۳ [۲] فتاویٰ ابن تیمیہ : ۱۵/۲۵ مطبوعہ ریاض

[۳] سنن ابوداؤد : ۲/۲۱۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر عمل کرنے کے سلسلے میں حضرت عمرؓ کا جو طریقہ کار تھا اُس کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ آپ نے اپنے دورِ خلافت میں اس مقصد کے لیے متعدد عمّال (کارندے) مقرر کیے تھے۔

عن أنس بن مالك قال، بعثني عمر بن الخطاب وأبا موسى الأشعري الى العراق، فجعل أبا موسى على الصلوٰة وجعلني على الجباية وقال اذا بلغ مال المسلم مائتي درهم فخذ منها خمسة دراهم ـ وما زاد على المائتين فعني كل أربعين درهماً درهماً۔

انس بن مالک کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھے اور ابو موسیٰ اشعری کو عراق بھیجا۔ ابو موسیٰ کو تو آپ نے نماز (کی امامت) پر اور مجھے (زکوٰۃ کا) مال جمع کرنے پر مامور کیا۔ اور فرمایا کہ مسلمان کا مال جب دو سو درہم تک پہنچ جائے تو اس میں سے پانچ درہم لے لو۔ اور دو سو پر جو زائد ہو اُس میں سے ہر چالیس درہم پر ایک درہم وصول کرو۔[1]

(۲) ایک دوسری روایت میں سونے کی زکوٰۃ کا بیان اس طرح مذکور ہے۔

عن أنس قال، ولّاني عمر بن الخطاب الصدقات، فأمرني أن آخذ من كل عشرين دينار نصف دينار۔

انس سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے انہیں زکوٰۃ پر عامل مقرر کیا اور حکم دیا کہ میں ہر بیس دینار میں سے نصف دینار وصول کروں۔[2]

واضح رہے درہم چاندی کا اور دینار سونے کا ہوا کرتا تھا۔

(۳) امام محمدؒ نے انس بن مالکؓ سے ایک روایت اس طرح کی ہے۔

عن أنس بن مالك كان عمر يبعث انساً مُصدّقاً لأهل البصرة ...... أن خذ من أموال المسلمين ربع العشر، ومن أموال أهل الذمة اذا اختلفوا بها للتجارة نصف العشر، ومن أموال الحربي العشر[3]

انس بن مالک کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ انس کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے اہل بصرہ کے پاس بھیجا کرتے تھے کہ مسلمانوں کے اموال سے چالیسواں، اہل ذمہ سے (جب کہ وہ تجارت کی غرض سے آئیں) بیسواں اور حربی سے دسواں حصہ وصول کریں۔

---

[1] کتاب الأموال، ص ۲۲۷ [2] ایضاً

[3] کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ، محمد بن حسن شیبانی : ۱/۵۵۲، مطبوعہ لاہور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

واضح رہے اس موقع پر "عاشر" (چنگی یا محصول وصول کرنے والے) کا بیان نہیں بلکہ مصدق یعنی زکوٰۃ وصول کرنے والے کا بیان ہو رہا ہے۔ نیز اس موقع پر "کان یبعث" کے الفاظ بھی اس حقیقت پر دلالت کر رہے ہیں کہ حضرت انس رضؓ بصرہ کو ایک عامل کی حیثیت سے جایا کرتے تھے۔ اور امام ابو یوسفؒ نے تصریح کی ہے کہ مسلمانوں سے جو محصول وصول کیا جاتا تھا وہ (سال میں ایک مرتبہ) بطورِ زکوٰۃ ہوا کرتا تھا اور ذمیوں نیز حربیوں سے جو کچھ وصول کیا جاتا وہ بطور خراج ہوتا۔

وکل ما أخذ من المسلمين من العشور، فسبيله سبيل الصدقة وسبيل ما يؤخذ من أهل الذمة جميعاً وأهل الحرب سبيل الخراج [1]

(۴) اسی طرح حضرت عمرؓ نے زیاد بن حدیر کو "عین تمر" (کوفے کے قریب ایک مقام) کے لیے عامل بنا کر زکوٰۃ وصول کرنے کی غرض سے بھیجا تھا۔ اور اس میں بھی وہی تفصیل مذکور ہے جو اوپر کی روایت میں ہے۔

عن زياد بن حدير قال، بعثه عمر بن الخطاب مصدقاً الى عين التمر، فأمره أن يأخذ من المسلمين من أموالهم ربع العشر الخ [2]

امام ابو یوسفؒ نے تحریر کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بھی اپنے دورِ خلافت میں اسی قسم کا عشری نظام جاری کیا تھا۔[3] نیز امام موصوف، جو خلیفہ ہارون رشید کے دور میں سر قاضی تھے، خلافت عباسیہ میں بھی اسی قسم کا عشری نظام جاری کرنے کی سفارش کی تھی۔[4]

(۵) حضرت عمرؓ مال تجارت کی زکوٰۃ بذات خود بھی وصول کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ایک حدیث اس طرح مروی ہے۔

عن عمرو بن حماس عن أبيه قال، مرّ بي عمر فقال يا حماس أدّ زكوة مالك فقلتُ مالي مالٌ الا جعابٌ وأدمٌ۔ فقال قوّمها قيمةً ثم أدّ زكاتها۔

عمرو بن حماس اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا گزر میرے پاس سے ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اے حماس اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرو۔ میں نے عرض کیا کہ میرے پاس تو کوئی مال نہیں ہے سوائے چند ترکشوں اور چند دباغت دی ہوئی کھالوں کے، تو آپ نے فرمایا کہ ان کی قیمت لگاؤ پھر ان کی زکوٰۃ ادا کرو [5]

---

[1] کتاب الخراج، قاضی ابو یوسف، ص ۱۴۵، مطبوعہ مصر۔ [2] کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ، ۱/ ۵۵۶ [3] کتاب الخراج، ص ۱۴۷
[4] ایضاً ص ۱۴۳ [5] کتاب الأموال ص ۴۲۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس واقعہ کی مزید تفصیل بعض کتب حدیث کے حوالے سے امام بغویؒ نے اس طرح بیان کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حماس سے فرمایا کہ اس مال کو نیچے رکھو، تو میں نے اسے نیچے رکھ دیا۔ پھر آپ نے اس کا حساب کیا تو میں نے اس میں زکوٰۃ کو واجب پایا۔ لہٰذا آپ نے اس مال کی زکوٰۃ وصول کرلی۔ [1]

یہ احادیث و آثار اموال باطنہ میں اسلامی حکومت کی جانب سے بحق سرکار وصولی کے ثبوت کے لیے بہت کافی ہیں۔ لہٰذا ان نصوص و روایات سے ٹکرانے والی جو باتیں کہی جاتی ہیں وہ محلِ نظر ہیں۔

عُشر یا محصول کی وصولی

مویشی اور غلّوں کو اموال ظاہرہ اس بنا پر کہا جاتا ہے کیوں کہ ان کو لوگوں کی نظروں سے چھپانا ممکن نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس سونا، چاندی اور مالِ تجارت کو چھپا اور پوشیدہ رکھنا ممکن ہے اس لیے انہیں اموال باطنہ کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ اموال باطنہ صرف اسی وقت تک باطنہ کہلاتے ہیں جب تک کہ وہ اپنے مقام پر یا گھروں میں پوشیدہ رہیں۔ اگر وہ اپنے مقام سے باہر میدان میں آجائیں تو پھر وہ باطنہ نہیں رہ سکتے۔ بلکہ اموال ظاہرہ میں شمار ہوں گے۔ لہٰذا سونا، چاندی اور مال تجارت جب ایک شہر سے دوسرے شہر کو منتقل کیے جائیں تو پھر ان کی زکوٰۃ بھی حکومت وصول کرے گی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے مختلف شہروں کے راستوں میں چنگی خانے یا محصول گھر قائم کرا دیئے تھے، جہاں پر ایک ناظم ہوا کرتا تھا۔ اور وہ اصطلاحی طور پر "عاشر" کہلاتا تھا، جس کے معنی "عشر" یعنی چنگی یا محصول وصول کرنے والے کے ہیں۔ اور موجودہ دور میں ایسے محصول گھروں کو "ٹول گیٹ" کہتے ہیں۔

غرض ایسے مقامات پر مسلمانوں اور غیر مسلموں سے عُشر وصول کیا جاتا تھا اور جیسا کہ گذر چکا مسلمانوں سے لیا ہوا عُشر بطور زکوٰۃ ہوتا تھا، جس کی مدّت ایک سال ہوتی۔ یعنی کسی شخص سے ایک سال کے دوران مزید عشر وصول نہ کیا جاتا۔ اس سلسلے میں حضرت عمرؓ کا فرمان اس طرح تھا۔

عن زیاد بن حُدیر قال، استعملنی عمر علی العشر، فأمرنی أن آخذ من تجار أهل الحرب العُشر، ومن تجار أهل الذمّة نصف العشر، ومن تجار المسلمین رُبع العشر

زیاد بن حُدیر کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھے عشر پر عامل بناکر اور حکم دیا کہ میں حربی تاجروں سے دسواں حصّہ ذمیوں سے بیسواں حصّہ اور مسلمان تاجروں سے چالیسواں حصّہ وصول کروں [2]

اس سلسلے میں فقہاء نے ایک ضابطہ یہ بیان کیا ہے کہ جس وقت مال باطن "ظاہر" بن جائے تو اس کی

---

[1] شرح السنۃ، ابو محمد حسین بغوی، ۶/۵۱ المکتب الاسلامی بیروت۔

[2] کتاب الأموال ص ۵۳۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وجہ سے چونکہ اسے سرکاری حفاظت ضروری ہوجاتی ہے اس لیے سرکار (سلطان) کو زکوٰۃ وصول کرنے کا حق حاصل ہوجاتا ہے [۱]

(۲) بہرحال یہ ضابطہ بعد والوں کے لیے ایک محکم قانون بن گیا اور اسلامی حکومت میں ہر جگہ اس پر عمل کیا جانے لگا۔ خاص کر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں اس قانون پر عمل ہوا۔ چنانچہ اس سلسلے میں آپ کا فرمان جو عاملین کے لیے تھا، اس طرح تھا۔

أن لاّ تاخذوا من أرباح التجار شيئاً حتّى يحول عليها الحول :

تاجروں کے منافع سے کچھ مت لو، جب تک کہ ان پر ایک سال نہ گزر جائے۔ [۲]

مطلب یہ کہ سال بھر تاجروں کے اموال میں جو منافع ہوتا رہتا ہے اُس منافع پر زکوٰۃ کی وصولی ایک سال گزرنا ضروری ہے۔

خلفائے راشدین کا ایک اور نمونہ

زکوٰۃ کے نظم اجتماعی کے سلسلے میں مذکورہ بالا ضوابط کے علاوہ خلفائے راشدین کے دور میں ہمیں ایک اور اُسوہ و نمونہ بھی ملتا ہے جو بڑا اہم ہے۔ وہ یہ کہ اسلامی بیت المال سے جن حضرات کا وظیفہ مقرر تھا اُن کے لیے لازم تھا کہ وہ اپنے مال کی زکوٰۃ بیت المال کو ادا کریں۔ اور ایسے لوگوں پر زکوٰۃ واجب ہونے کی صورت میں اُن کی زکوٰۃ وظیفہ کی رقم سے کاٹ لی جاتی تھی۔ چنانچہ خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں اس طرح مروی ہے۔

أمّا أبوبكر فكان إذا أراد أن يعطي الرجل عطاء لا سأله هل عنده مال قد حلّت فيه الزكاةُ ؟ فان أخبره أن عنده مالاً قد حلّت فيه الزكوٰة، قاصّه مما يريد أن يعطيه ۔ وإن أخبره أن ليس عنده مال قد حلّت فيه الزكوٰة سلّم اليه عطاءَه

حضرت ابوبکرؓ کا طرزِ عمل یہ تھا کہ آپ جب کسی کو وظیفہ دینا چاہتے تو اُس سے دریافت کرتے کہ کیا اُس کے پاس (پہلے سے) کچھ مال موجود ہے جس پر زکوٰۃ نکلتی ہو؟ اگر وہ کہتا کہ ہاں ایسا مال موجود ہے تو آپ اس کے وظیفے میں سے اتنی رقم کاٹ لیتے۔ اگر وہ بتاتا کہ اُس کے پاس ایسا کوئی مال موجود نہیں ہے جو زکوٰۃ کے قابل ہو تو آپ اُس کا وظیفہ اُس کے حوالے کر دیتے۔ [۳]

(۲) اور حضرت عمرؓ کے بارے میں اُسوہ اس طرح مذکور ہے۔

---

[۱] دیکھیے بدائع الصنائع : ۲/ ۳۶، نیز عنایہ شرح ہدایہ برحاشیہ فتح القدیر : ۲/ ۱۷۱، کوئٹہ۔

[۲] کتاب الاموال ص ۴۱۷ [۳] ایضاً ص ۴۱۱

© rasailojaraid.com

انه اذا اخرّج العطاء أخذ الزكاة من شاهد المال عن الغائب والشاهد

حضرت عمرؓ جب کسی کا وظیفہ نکالتے تو اُس وظیفے میں سے موجود اور غیر موجود مال دونوں کی زکوٰۃ لے لیا کرتے تھے۔ [1]

یعنی آپ خود وظیفے کی بھی زکوٰۃ لے لیتے اور وظیفے کے علاوہ صاحب وظیفہ کے پاس جو مال پہلے سے موجود ہوتا اُس کی بھی زکوٰۃ وصول کر لیا کرتے تھے۔

(۳) تیسرے خلیفہ حضرت عثمان عفانؓ کا طرزِ عمل بھی اسی طرح تھا۔ چنانچہ قدامہ بن مظعون کا بیان ہے کہ حضرت عثمان (میرے والد کا) وظیفہ نکالتے تو میرے والد کے پاس پیغام بھیجتے کہ اگر تمھارے پاس قابل زکوٰۃ مال موجود ہو تو ہم اس کا حساب تمھارے وظیفے میں سے کر لیں گے۔

ان كان عندك مال قد وجبت فيه الزكاة حاسبناك به من عطائك [2]

(۴) حضرت ابن مسعودؓ، جو بیت المال کے ناظم تھے، وہ بھی لوگوں کو وظائف دیتے وقت زکوٰۃ کی رقم وصول کر لیا کرتے تھے:

كان عبد الله بن مسعود تُعطينا العطاء في زُبُل صغار ثم يأخذ منه الزكاة۔ [3]

(زُبُلٌ صِغار: یعنی چھوٹے برتن یا ٹوکریاں)

---

[1] کتاب الاموال، ص ۴۳۰　[2] ایضاً، ص ۴۱۲　[3] ایضاً، ص ۴۱۲

سلسلۂ مطبوعات مؤتمر المصنفین (۳۹)

اقتدار کے ایوانوں میں
شریعت بل کا معرکہ
مولانا سمیع الحق

ملک کی تاریخ میں نفاذ شریعت کی جدوجہد کا روشن باب، ایوان بالا سینیٹ اور قومی سیاست میں نظام اسلام کی جنگ، آغاز، رفتار کار، صبر آزما مراحل کی لمحہ بہ لمحہ روئیداد اور مستقبل کے لائحہ عمل کے علاوہ خارجہ پالیسی، عورت کی حکمرانی، جہاد افغانستان اور اہم قومی و ملی اور بین الاقوامی مسائل پر فکر انگیز گفتگو اور سیر حاصل تبصرے۔

مؤتمر المصنفین
دارالعلوم حقانیہ ○ اکوڑہ خٹک ○ نوشہرہ
سرحد (پاکستان)